بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمناسبۃ اطلاق السراح
عن الحبیب

(اثر خامہ)

مولانا حافظ عبد المنان المیواتی الدہلوی

یعنی

حضرت مولانا نیاز محمد صاحب دامت معالیہ مجاز شیخ الاسلام
قدس سرہٗ کی ڈی آئی آر کے تحت گرفتاری اور
چھ ماہ بعد رہائی کے موقع پر

ہدیۂ تبریک وتہنیت

مع مختصر تاریخ میو

(مترجم)

حبیب الرحمٰن میواتی

(ناشر)

مولانا حافظ ابو الطیب محمد یسین صاحب
رانیکا (مالب) تحصیل نوح (گوڑگانوہ)

قیمت ۵۰ پیسے

(خواجہ لیتھو پریس دہلی ۶)

پیش لفظ

یہ قصیدہ اپنے خالق کی دیگر تخلیقات میں بعض اہم امتیازات وخصوصیات کا حامل ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے قصیدہ سے پیشتر اس کی بعض تلمیحات کی وضاحت اور خصوصیات کا اجمالی خاکہ ذہن نشین ہو جائے ۔ اس میں تشبیب کی جگہ حمد و نعت کے گلدستے ہیں۔ کلامیات کے بعض اہم مسائل بڑی چابکدستی کے ساتھ شاعرانہ انداز میں بیان کئے ہیں۔ زبان بہت سلیس استعمال کی ہے۔ اس میں جس شخصیت کے خدوخال نمایاں کئے ہیں۔ گو وہ عالمگیر شہرت کی حامل نہیں مگر بین الاقوامی نظریات اور شخصیات کے ساتھ خصوصی ربط وتعلق اسے میسر ہے۔ میوات کا بھی ذکر بعض اشعار میں اختصار کے ساتھ موجود ہے۔ اور جیل کا بھی اس میں تذکرہ ہے۔ چھ ماہ جیل کی زندگی گذارنے والی شخصیت حضرت مولانا نیاز محمدؒ صاحب زید مجدہ کی ہے۔ یہ قصیدہ بھی مولانا عم فیضہ کے جیل سے رہا ہونے پر کہا گیا۔ اصل میں مولانا ہی اس کے مقصد ومنشا رہیں دوسرے مضامین اطراداً آ گئے ہیں۔ مولانا میواتی النسل چھتری راجپوت ہیں۔ شاعر بھی خوش بختی سے میواتی ہیں اور مولانا کے دورِ طالب علمی کے ساتھی بھی۔ معاصر کم کسی معاصر کے متعلق کچھ اچھا لکھتا یا کہتا ہے۔ احوال وظروف جب بالکل مجبور کر دیں یا عدل گستری کا دور ہو تو ممکن ہے۔ اس کے پہلے میوات کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے، اس کے بعد دوسرے مسائل زیر بحث آئیں گے۔

قوم میو اور اسکا قدیم مسکن

قوم میو ہندوستان کی آرین نسل کی پرانی قوموں میں سے ایک ہے۔ آرین نسل کی چندر بنسی، سورج بنسی شاخوں سے اسکا خروج ہے۔ میر اور میرات سنسکرت میں پہاڑ اور دیہات کو کہتے ہیں، اسی کی بگڑی ہوئی شکل میو ہے۔ یہ قوم چونکہ عموماً پہاڑوں کے دامن میں اقامت گزینی کی خوگر ہے۔ اس وجہ سے اپنی اسی خصوصی وصف کے باعث اس نام سے مشہور ہوئی۔ بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہ لفظ

مَیْنُ سے ماخوذ ہے۔ جو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی حرکت کرنا ہیں۔ یہ قوم چونکہ ہمیشہ سے متحرک رہی ہے۔ اس وجہ سے اسے مَیْنُ کہا جانے لگا جو بعد میں "میو" ہو گیا۔ غرض یہ ہے کہ اس نام سے ایک قوم قدیم ایام سے ارضِ ہند میں مقیم ہے۔ موجودہ ہندوستان میں سب سے قدیم ہندوستانی قوم میو ہے اس کا قدیم مسکن، دلی کی پہاڑیوں یعنی پہاڑ گنج و قردل باغ، قطب کی لاٹھ (مہرولی) پرانا قلعہ (تغلق آباد) سے لیکر اراولی (Arvala) پربت کی پہاڑیوں میں جو کوہ آبو تک پھیلی ہوئی ہیں، واقع ہے۔ مشرق کیطرف یہ قوم بندرابن، متھرا اور دوآبہ گنگ میں آباد تھی، بندرابن نزد متھرا، آنبیر نزد جے پور اور نواح اجمیر ان کے پرانے سرداروں کی راجدھانیاں تھیں۔ مگر گردشِ ایام نے چند انقلابی دوروں سے گزار کر اس کے مسکن کو سکیڑ کر تقریباً سو یا سوا سو میل لمبے چوڑے علاقہ میں محدود کر دیا جس کو دورِ مغلیہ میں "علاقہ میوات" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آج بھی اس کو "میوات" ہی کہا جاتا ہے، جو ریاستہائے الور، بھرتپور، ضلع متھرا ضلع گوڑگانوہ کے جنوبی علاقہ پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں اس قوم کی منتشر آبادیاں یو، پی، مالوہ اور بھوپال میں بھی بڑی تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

میو قوم کے چند انقلابی دور

میو قوم کو دہلی کے حکمرانوں سے بہت نقصان پہنچا ہے۔ اور جو جھڑپیں گذشتہ زمانوں میں دہلی کے حکمرانوں سے میو قوم کی ہوتی رہی ہیں انکی وجہ سے اس کے پرانے وطن کی وسعت کو بہت بڑا نقصان پہنچا ہے۔ چنانچہ جب پرتھی راج والئ دہلی کی جے چند والئ قنوج سے لڑائی ہوئی تو قوم میو نے جے چند کا ساتھ دیکر زبردآزمائی کی۔ اور جے چند کی شکست کے نتیجہ پر پرتھوی راج کے حکم سے دہلی کے گرد و نواح اور دوآبہ گنگ دیس کی ساری آبادی تہ تیغ کر دی گئی۔ اور بچی کھچی آبادی برباد کر کے نکال دی گئی۔ چنانچہ چند دیہات تنوَر (Tanwar) نسل کے اب بھی نواحِ دہلی بلب گڑھ تحصیل میں آباد ہیں۔ اس نسل کے کچھ افراد مالوہ، بھوپال، گوالیار اور یو، پی کی طرف ترکِ وطن کرنے پر مجبور کر دئے گئے۔ یہ پہلا انقلاب تھا۔

دوسرا انقلاب جس سے میو قوم کو شدید نقصان پہنچا غیاث الدین بلبن کے زمانے میں رونما ہوا جسمیں بلبن نے تقریباً ایک لاکھ میواتی نوجوانوں کو قتل و غارتگری کی نذر کیا، اور نواحِ دہلی کی آبادی کو نیست و نابود کر دیا،

اگر بلبن تہ تیغ کرنیکی جگہ میو قوم میں تبلیغ و اصلاح سے کام لیتے تو اس قوم کی شیرازہ بندی بڑے اونچے پیمانہ پر ہوجاتی
اور دہلی اور اس کے گرد و نواح مشرقی پنجاب اور مغربی یو، پی میں اس کی ٹھوس آبادی ہوتی۔ اس انقلاب
نے بھی اس قوم کے وطن کی وسعت کو بڑا نقصان پہنچایا۔

تیسرا انقلابی دور بابر بادشاہ اور رانا سانگا کی لڑائی میں رونما ہوا۔ جسمیں میو قوم نے رانا سانگا کا
ساتھ دیا۔ اور بابر سے ٹکر لی۔ اس کی وجہ سے بہت سی میو آبادی گوالیار وغیرہ کی طرف منتقل ہوگئی۔

چوتھا انقلابی دور عہد اکبری میں اکبری فوجوں سے مڈبھیڑ ہونے پر ہوا۔ جس سے میو قوم کی پاٹ پال
کو کافی نقصان پہنچا، اور اس کی معتدبہ تعداد یہاں سے اٹھکر یو، پی، پنجاب اور دیگر ہند کے صوبہ جات کی طرف
چلی گئی ـــ پانچواں انقلابی دور انگریز کی سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ اس نے میو قوم کی وحدت پارہ پارہ کردی۔
اور اس قوم کو چار مختلف انتظامی حصوں میں منقسم کردیا۔ یعنی کچھ حصہ ضلع گوڑگانوہ پنجاب میں اور کچھ یو، پی
کے اضلاع متھرا، میرٹھ، بلند شہر اور علی گڑھ وغیرہ میں، اور کچھ راجستھان کے علاقہ الور، بھرتپور، اور جے پور
میں شامل کردیا۔ انگریز کی سیاسی پالیسی نے میو قوم کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اس قوم کی سیاسی و سماجی
وحدت تقریباً ختم ہو کر رہ گئی۔

میو قوم کا چھٹا انقلابی دور تقسیم ہند کے موقعہ پر ۴۷ء میں رونما ہوا۔ جس سے اس کی رہی سہی وحدت
سردست پارہ پارہ ہو کر رہ گئی۔ یعنی علاقہ میوات کی آبادی کو دو حصوں میں اس طرح تقسیم کردیا گیا ہے کہ ایک حصہ
میوات (مشرقی پنجاب) بھارت میں ہے۔ دوسرا حصہ پاکستان میں لاہور سے لیکر کراچی تک منتشر کردیا گیا ہے۔

میو قوم کا بھارت میں موجودہ وطن

مذکورہ بالا ادوار سے گذرنے کے بعد میو قوم کا قدیم مسکن سکڑ کر شمالاً، جنوباً، شرقاً، غرباً سو سوا سو میل میں
محدود ہوگیا ہے۔ جو ضلع گوڑگانوہ اور الور، بھرتپور اور متھرا کے بعض حصوں پر مشتمل ہے۔ ہندوستان
کے مختلف حصوں کی میو آبادیاں اس خطۂ میوات ہی کو اپنا آبائی وطن خیال کرتی ہیں۔

میو قوم کی معاشی اور سیاسی تنظیم

میو قوم کے بزرگوں نے میو قوم کو مختلف بارہ بڑے
اور باون چھوٹے قبیلوں میں تقسیم کرکے اپنا معاشی اور

سیاسی نظام مرتب کیا ۔ بڑے گروہوں کو پال کہتے ہیں ۔ اور چھوٹے گروہوں کو گوتوں کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ چنانچہ بڑے اور چھوٹے گروہ بارہ پال اور باون گوت کے نام سے مشہور ہیں ۔ پال کی معنی ذمہ داری کے ہیں ۔ یعنی آبادی کا جو حصہ اس پال کے ساتھ وابستہ اور آباد ہو گیا ۔ اسکی جانی و مالی ذمہ داریاں بلالحاظ مذہب و ملت اس کے کاندھوں پر ہیں ۔ ان کی آپس کی شادیاں بھی قدیم ہندوانی رواج کے مطابق (اسلامی رواج کے خلاف) گوت پالوں میں ہوا کرتی تھیں ۔ یعنی جس گوت میں لڑکا بیاہا گیا، وہاں لڑکی کی شادی نہیں ہو سکتی ۔ اس گروہ بندی نے میواتیوں کو قبائلی پنچایتی سسٹم میں جکڑ بند کر رکھا تھا ۔ اور گوت، پال کے چودھری مقرر ہوتے تھے، جو اپنے گروہ کے انتظام کے ذمہ دار تھے ۔ چودھری کا فیصلہ یا حکم بمشورۂ پنچایت ہر پال و گوت کے لئے حتمی امر تھا جس کی خلاف ورزی قوم کے اندر برداشت نہیں کی جا سکتی تھی ۔ میو قوم کے گوت پال چھتری نسل کے مختلف خاندانوں یعنی سورج بنسی و چندر بنسی وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ پالوں اور گوتوں کی آبادیاں عام طور پر مسلسل اور یکجائی تھیں ۔ اور یہی تواتر آبادی مذکورہ بالا امتیازات و خصوصیات کے حامل ہونے میں بڑی حد تک کارفرما تھا ۔

میو قوم کا قبولِ اسلام

میو قوم نے مختلف زمانوں میں اسلام قبول کیا، خاص طور پر محمود غزنوی اور محمد غوری کے حملوں کے دوران میں مختلف بزرگوں کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ یعنی سید سالار مسعود غازیؒ جن کا مزار بہرائچ یو، پی میں ہے ۔ شاہ بدیع الدینؒ مدار جن کا مزار مکن پور ضلع کانپور میں ہے ۔ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری وغیرہ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا ۔ میو قوم میں دینی اور دنیوی تعلیم بہت کم رہی، مگر پچھلے پچاس سالوں میں قدرے بیداری پیدا ہو گئی ہے ۔ ریاست ہائے الور اور بھرتپور کے حکمرانوں نے قوم میو کو دینی و دنیوی تعلیم سے محروم رکھنے کے لئے پوری چال بازیوں سے کام لیا ۔ مگر ضلع گوڑگانوہ میں علمائے دین نے بڑی جد وجہد کر کے تعلیم کو فروغ دیا ہے ۔

ملّی و قومی خصوصیات

قوم میو فطرتاً اپنے گوت و پال کی تقسیم کی روشنی میں متحد و مجتمع

اور منتظم رہنے کی عادی ہے۔ اجتماعیت اور منظم یکجائی آبادیوں نے ان میں غیرت، محبت اور ہمدردی اور شجاعت کا جذبہ بدرجۂ اتم پیدا کر دیا ہے۔ باوجود ان کی کم علمی اور جہالت کے ان میں حق پسندی، انصاف پرستی و مساوات اور دینی شعائر کا احترام پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آج تک کسی میؤ نے قبولِ اسلام کے بعد برضا و رغبت تبدیلِ مذہب نہیں کیا۔ اور نہ کوئی میؤ مرتد ہوا۔ یہ قوم بڑی جفا کش، محنتی اور حقیقت پسند ہے۔ ان کا اصلی پیشہ یا ذریعۂ معاش کاشتکاری اور فوجی ملازمت ہے وقتی طور پر مزدوری بھی کر لیتے ہیں۔ بھیک بالکل نہیں مانگتے، خودداری کا بڑا عادی، سادہ زندگی بسر کرنے والا، اور عہد کا بڑا پابند ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں ان کی یہ خصوصیت نمایاں ہے۔ کہ آپس میں ایک دوسرے کی بہو، بہن اور بیٹیوں کو عملاً اپنی بہن سمجھتے ہیں۔ اور ان کا اتنا ہی احترام کرتے ہیں جتنا اپنی بہن بیٹیوں کا کرتے ہیں۔ چنانچہ ہنگامۂ ۴۷ء میں ایک مثال بھی علاقۂ میوات میں ایسی نہیں ملتی۔ پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند اور مہاتما گاندھی جیسے لیڈروں نے اس قوم کے اس کردار کو بہت سراہا ہے۔

میؤ قوم میں علوم دینیہ کی اشاعت اور اصلاحی تحریکوں کا مختصر جائزہ!

خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھ پر اس قوم کا اکثر حصہ ایمان لایا۔ ابتک خواجہ صاحبؒ سے اسے گہری عقیدت اور لگاؤ رہا ہے۔ سید سالار مسعود غازیؒ، شاہ بدیع الدین صاحبؒ مدار، یہ سب حضرات اس قوم کے ابتدائی دور کے مصلح ہیں۔ ان کی برکات سے یہ قوم اسلام سے وابستہ رہی اگرچہ اسلامی شعائر اس کی عملی زندگی میں بہت کم مؤثر ہوئے۔ مگر اندرونی طور پر شعائر ملی کا احترام اس قوم کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے تھا۔ ساتویں صدی ہجری کے آخر میں خواجہ شیخ محمد موسٰی (م ۷۳۳) نے اس قوم کی اجتماعی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ چنانچہ عرصۂ دراز تک خواجہ صاحب کی قیامگاہ، درگاہ شیخ موسٰیؒ واقع پلہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ، اس قوم کی کعبۂ مقصود بنی رہی۔ بڑے تزک و احتشام سے سالانہ یہاں عرس ہوتا رہا۔ کہتے ہیں خواجہؒ صاحب کا تعلق شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ہے۔

شاہ مدارؒ بھی اس قوم کے محسنین میں سے ہیں۔ ان کے ایک معزز خلیفہ چوہڑ سدھ گذرے ہیں۔ جو ضلع الور کے کسی گاؤں میں مدفون ہیں۔ حضرت شاہ چوکھاؒ اکبری عہد سے کچھ پیشتر خراسان سے آکر یہاں مقیم ہوئے۔ اور مشغلِ اصلاح وتجدید روشن کی۔ اب ان کے نام سے ایک مستقل گاؤں آباد ہے۔ وہیں ایک پہاڑی پر آپکا مزار ہے۔ غرض بزرگانِ دین کسی دور میں بھی اس علاقے سے غافل نہیں رہے اس قوم کو مذہب سے روشناس کرایا، اخلاق و آدمیت کے گُر سکھلائے۔ شعائر ملیہ کی اہمیت و عظمت ان کے دلوں میں بٹھائی۔ مذہب کی ضرورت اور اس سے وابستگی کے اسرار انہیں سمجھائے۔ جہل کے باوجود ارتداد کی وبا سے اس قوم کا تحفظ انہیں قدسی صفات بزرگوں کا طفیل اور ان کی شبانہ روز جدوجہد کا ثمرہ ہے۔ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آخری دور میں میاں راج شاہؒ ایک بزرگ اسی قوم کے گذرے ہیں، جنھوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے مواعظ حسنہ سنے ہیں۔ اور حضرت نانوتوی قدس سرہ سے بھی جن کے اچھے تعلقات تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے بانی حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے میاں راج شاہؒ سے استفادہ کیا ہے۔ میاں راج شاہؒ ویسے اَن پڑھ تھے، مگر حقائق و معارف خدا کے فضل خاص سے ان پر داشگاف تھے، ان کی اولاد میں قدرے علمی چرچا شروع ہوا، دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دَور میں کچھ میواتی طلبہ بھی داخل ہوئے، اور کچھ فضلاءِ دارالعلوم باہر سے آکر یہاں اقامت گزیں ہوگئے، چنانچہ مولانا محمد حسن صاحب فیروز پوری حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے شاگرد رشید نے فیروز پور جھرکہ میں قیام فرمایا، اور وہاں علمی و دینی جدوجہد شروع فرمادی، دینی مدرسہ کی اساس ڈالی۔ اور تبلیغی دوروں سے اہلِ میوات کو فیض پہنچایا۔ آج بھی ان کے فیوض و برکات فیروز پور جھرکہ اور اس کے آس پاس معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

اس کے بعد کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے مشہور خاندان کے ممتاز افراد حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ اور انکے صاحبزادے مولانا محمد صاحبؒ اور مولانا شاہ محمد الیاس صاحبؒ کے انفاس قدسیہ نے اس قوم کی رگوں میں ایمانی خون بھرا۔ تبلیغی تحریک اب تو عالمگیر ہوچکی۔ مگر اس کی تجربہ گاہ اولیٰ یہی سرزمین

"میوات" ہے۔ جس کے مختصر کوائف ہم پیچھے لکھ آئے ہیں۔ اب تک اس علاقہ میں جو کام منتشر طریقہ پر مختلف اوقات میں ہوا۔ اس تحریک نے اپنے ابتدائی عہد میں ان سب کو سمیٹنے کی کوشش کی، اور اس کے ذریعہ مختلف طریقوں سے اس علاقہ کو سنبھالا گیا۔ تبلیغ کے ذریعہ تعلیمی مراکز، تربیتی اقامت گاہیں، متفرق مقامات پر قائم کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ کے تلمیذ خاص مولانا عبدالسبحان صاحب قدس سرہ اسی میو قوم کے ایک معزز فرد ہیں۔ انہوں نے اپنے تعلیمی نظام کو دوران تعلیم ہی میں مرتب فرما کر اس پر عمل شروع کر دیا۔ صبح خود پڑھ کر آئے شام کو پڑھایا۔ دھلی میں آپ کا تعلیمی مرکز" مدرسہ زینت العلوم المعروف بمدرسہ سبحانیہ" کے نام سے مشہور ہے۔ چالیس پچاس برس تک حضرت مولانا قدس سرہ نے تدریسی اور تعلیمی خدمات انجام دیں، اور معیاری طریقہ پر علوم عربیہ سے اس قوم کو روشناس کیا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ تبلیغی مرکز کے روح رواں اور تربیتی اقامت گاہ کے سربراہ اور شیخ تھے۔ ان کے عہد میمنت لزوم میں تبلیغی تحریک گو عالمگیر نہ ہو پائی تھی مگر ہمہ گیر ضرور ہو گئی، اور مولاناؒ کی سیماب وش شخصیت سے ہر طبقہ کے افراد متاثر تھے۔ وہ اپنی کتاب زندگی سے "باب الفصل" بالکل علیحدہ کر چکے تھے۔ انہوں نے اس کام کو ٹھوس اور مبنی بر حقائق بنیادوں پر اٹھایا۔ اور بڑی محنت و عرق ریزی سے اسے پروان چڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی مساعی کو بار آور فرمایا۔ اور آج یہ کام حدود میوات سے نکلکر تمام اقصائے عالم میں پھیل چکا ہے۔ مگر اس دور جیسے رُوح پرور مناظر کے لئے اب آنکھیں ترستی ہیں۔

حضرت مولانا عبدالسبحان نور اللہ مرقدہ نے تعلیمی مرکز کے سرخیل ہوئے اور علوم آلیہ و علوم عالیہ کی نشر و اشاعت میں سب کچھ نثار کر دیا۔ حتیٰ کہ گھر، جائیداد سب کچھ علم کے لئے چھوڑ دیا۔

یہ دو خاندان میوات کے آخری دور میں بہت بڑے محسن ہیں۔ ان کے میوات اور اہلِ میوات پر اتنے احسانات ہیں کہ ان سے سبکدوش ہونا بہت مشکل ہے۔ الّا یہ کہ ان کے مقصدِ حیات کو سینہ سے لگایا جاوے۔ اور ان کے پسماندگان کے ساتھ تعاون و ہمدردی کا معاملہ کیا جاوے۔ کسی ایک کو بڑھا کر دوسرے کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ اگر خدانخواستہ ہم اس

جرم کے مرتکب ہو گئے۔ تو یہ ہمارا ایسا جرم ہو گا جس کی تلافی ناممکن، اور ہو سکتا ہے کہ سزا اجتماعی طور پر پوری قوم کو بھگتنی پڑے۔ اہلِ علم طبقہ کو اس طرف توجہ کرنا ضروری ولابدی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ کے پسماندگان میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تھے۔ جو خدا کو پیارے ہو گئے۔ ان کے نائب مولانا محمد انعام الحسن صاحب دامت برکاتہ اور مولوی محمد ہارون سلمہٗ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے ان کے مقصدِ حیات کو ہمہ گیر پیمانے پر اشاعت پذیر اور تمام مسلمانوں کو اس کام سے مربوط و متعلق فرمائے۔ ویرحم اللہ عبدًا قال آمینا۔

حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب قدس سرہ کے پس ماندگان میں قصیدہ نگار مولانا عبدالمنان صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالحنان صاحب، مولانا عبدالغفار صاحب ہیں۔ جو اپنے والد بزرگوار کے مقصدِ حیات، اشاعتِ علوم دینیہ کو سینہ سے لگائے خاموشی اور وقار کے ساتھ خدمتِ دینِ قیّم میں مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں فائز المرام فرمائے، آمین۔

قصیدہ نگار چالیس پینتالیس کے پیٹے میں ہیں۔ ذہانت و فطانت کا مجسمہ، قیامت کا حافظہ، حتیٰ کہ جو کچھ پڑھ لیتے ہیں اسے اپنے نہاں خانۂ دماغ میں عمر بھر کے لئے قید کر لیتے ہیں۔ عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں شعر گوئی پر قدرت رکھتے ہیں۔ مگر زیادہ شغف "عربی مبین" سے ہے۔ قصائد کہتے ہیں۔ اور زبان و بیان کے اعتبار سے خوب کہتے ہیں۔ تخیل وسعت پذیر ہے عمیق نہیں۔ اور عربی شاعری میں فلسفیانہ گہرائی پائی بھی نہیں جاتی، اس لئے عمق تلاش کرنا عبث ہے۔ عربی شاعری کی پوری تاریخ میں نظریاتی تخلیقات نادر ہیں۔ اب آخری دور یا نشأۃ ثانیہ میں احمد شوقی، ابراہیم یازجی، سلیمان بستانی وغیرہم نے نظریاتی تخلیق پیش کی ہیں، یا پھر دورِ اولیٰ میں طرفۃ بن العبد کے ہاں کچھ مستقل نظریے پائے جاتے ہیں۔ بہار یہ تشبیب تو عربی شعر میں بہت ہے۔ عربی شعر صرف رزم و بزم سے متعلق ہیں۔ اور غور و فکر نہ رزمیہ اجتماعات میں ہوتا ہے۔ اور نہ بزمیہ مجالس و محافل میں۔ خیر بات لمبی ہو گی۔ قصیدہ نگار بہت زود گو ہیں

اور پُرگو ہیں۔ بعض بعض قصائد تو عباسی دور کے شعراء کے کلام کے ہم پلہ ہیں۔ اور بعض اشعار بالکل اسلامی شعراء کی صدائے بازگشت معلوم ہوتے ہیں۔

موصوف کو علوم عربیہ کے تمام شعبوں میں ماہرانہ تبصرو تعمق حاصل ہے۔ تدریسی خدمات اتنی عمدگی کے ساتھ انجام دیتے ہیں کہ ذوق و وجدان جھوم اٹھتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کے علاوہ غالباً کچھ اور نہیں جانتے۔ مضمون کا اختصار متقاضی ہے کہ نمونۂ کلام سے باز آؤں ورنہ ضیافت طبع کے طور پر کچھ کلام ضرور پیش کرتا۔

موصوف کو جو چیز آپ کے معاصرین سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ ہے اہل اللہ اور مشائخ کرام کی عقیدت و محبت۔ اور یہ بات بھی واقعی خوش بختی کی علامت ہے کہ موجودہ اور ماضی قریب کے تمام اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے دلوں میں آپ اپنے گوناگوں خصوصیات کے باعث سمائے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، حضرت رائے پوری، مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری۔ مفتی اعظم ہند علامہ کفایت اللہ وغیرہم قدس اللہ اسرارہم ہر ایک سے آپ کا عقیدتمندانہ اور نیازمندانہ تعلقات و روابط رہے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری مدظلہ سے آپ بیعت ہیں۔ مولانا سید محمد اسعد مدنی دامت برکاتہ کے فداکار و شیدائی ہیں۔ جمعیتہ کے پرانے حلقہ بگوش اور بے لوث خدمت گذار ہیں۔ کثر اللہ امثالہ و بارک اللہ فی حیاتہ۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ قصیدہ ہذا کے شعر "اِنّا بنی المیوات اھل بداوۃٍ" کا تشریحی نوٹ تھا۔ میوات کے متعلق جو کچھ لکھا گیا وہ اس کے ماضی کا عکس ہے۔ اب حالات دوسرے ہیں۔ وہ کسی دوسری فرصت میں پیش کئے جائیں گے انشاء اللہ۔

دارالعلوم کے اثرات ارضِ میوات پر

دارالعلوم دیوبند کن حالات میں قائم ہوا۔ یہ تفصیل طلب اور مشہور بات ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں برطانیہ کے مکمل تسلط کے بعد سرزمین ہند میں

اہلِ حق کے جو افراد مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور انفرادی حیثیت سے برطانوی سامراج کی زد میں آرہے تھے۔ انہوں نے مجتمع ہوکر یہ تعلیمی اور تہذیبی منصوبہ بنایا۔ جو دارالعلوم پوری ایک صدی سے اپنائے ہوئے ہے۔ دارالعلوم دیوبند اسلام کے آفاقی اور بین الاقوامی ہونے کی بیّن دلیل، فخر ایشیا و نازشِ جمہوریۂ ہند ہے۔ یہ مذہب و اخلاق کا پاور ہاؤس اور انسانیت و آدمیت کی فیکٹری ہے۔ اس سرچشمۂ علم و عرفان سے تمام دنیا سیراب ہو رہی ہے رشیدی نہرِ سلسبیل سے کون سا بقعۂ ارض سیراب نہ ہوا؟ انوارِ قاسمی اور برکات محمودی سے زمین کے کس حصّہ کو محروم ہونا پڑا؟ مدنی اسرار و حِکَمِ احادیث کے محدود تصور سے کب روشناس ہوئے ——؟؟؟ زمین کا چپّہ چپّہ، دنیا کا گوشہ گوشہ اس مرکزِ ایمان و یقین، منبع فیوضِ یزدانی اور سرچشمۂ علوم نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے متاثر و مستفیض ہوا۔ سرزمین میوات کیلئے کیسے ممکن تھا کہ اس پر اسکی پرچھائیں نہ پڑے۔ یوں تو ابتدائے عہد سے ہی اہلِ میوات کو دارالعلوم سے ایک گونہ تعلق رہا ہے۔ مگر حضرت شیخ الہند قدس سرہ اور آپ کے ممتاز تلامذہ کے ذریعہ یہاں دارالعلوم کا فیض بہت پہنچا ہے۔ مفتیٔ اعظم ہند علّامہ کفایت اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی، محدّثِ جلیل حضرت مولانا ضیاء الحق دیوبندی، حضرت مولانا محمد حسن صاحب فیروز پوری نور اللہ مرقدہم و اناو اللہ برہانہم نے اہل میوات کو اپنی خصوصی توجہات سے نوازا ہے۔ مؤخرالذکر بزرگ نے تو میوات کو اپنا وطن بنا کر اہل میوات کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا۔ عقائد درست کرائے۔ اعمال کے اضمحلال کو دُور فرمایا، شعائرِ اسلام کی وقعت و اہمیت اور عظمت دلوں میں بٹھائی، رحمہ اللہ رحمۃ الابرار

(مقدمۃ الدر المنفرد فی شرح الادب المفرد)

مولانا نیاز محمد صاحب میواتی زیدت معالیہ

مولانا عم فیضہ اسی دلیر اور شجاع قوم کے ایک فرزند ہیں اور ان بزرگانِ دین و مشائخ کرام کے پروردہ۔ آپ کی مختصر سوانح عمری یہ ہے:۔

آپ موضع رانیکا تحصیل فیروز پور جھرکہ میں پیدا ہوئے۔ زمیندار گھرانا تھا صیغۂ کاشتکاری قومی پیشہ، جس کی پہلی سیڑھی گائے بکری چرانا ہے۔ میواتی زندگی کی مختصر کیفیت یہ ہوتی ہے کہ بارہ تیرہ سال تک راعیٔ بقر و غنم ہوتا ہے۔ ایک کے بعد ہل چلانے والا چالیس پچاس سال تک۔ پھر چودھری اور حسب حیثیت اپنے قبیلے اور محلہ کا قائد و لیڈر۔ مولانا مدظلہٗ نے میواتی زندگی کی صرف پہلی منزل طے فرمائی پھر سرکاری سکول میں ممتاز نمبروں سے پرائمری پاس کی۔

مولانا کی ننھیال موضع ناٹولی ہے، جو میوات کے معلّم اول شیخ عبد السبحان میواتی قدس سرہٗ کا وطن مالوف ہے وہیں ننھیال میں رہتے تھے۔ شیخ میوات بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ آپ کے دل میں علوم دینیہ کی محبت پہلے سے جاگزیں تھی، شیخ میوات سے ملاقات کے بعد اس میں اور جلا ہوئی۔ اور آپ شیخ میوات کے پاس دہلی تشریف لے آئے، عربی و فارسی کی ابتدائی کتب وہاں پڑھیں۔ پھر مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ وہاں شرط یہ تھی کہ طالب علم جب تک دو پارے حفظ نہ کر لے اسے مدرسہ سے وظیفہ نہیں مل سکتا۔ آپ نے دو پارے دو دن میں حفظ کر لئے۔

پھر مستقل حفظ قرآن کو آپ کا جی چاہا۔ اِدھر سہارنپور کا پانی آپ کو راس نہ آیا۔ درمیانِ سال میں آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ اور فیروز پور جھرکہ حضرت مولانا محمد حسن صاحبؒ کے پاس حافظ مشتاق احمد سے قرآن کریم حفظ پڑھا۔ . . . چھ ماہ میں پورا قرآن پاک حفظ کر لیا۔ دوسرے سال دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ اور پھر وہیں درس نظامی کی تکمیل کی۔ دورۂ حدیث کا آخری امتحان خالص عربی میں دیا۔ اور ممتاز حیثیت سے پاس ہوئے۔ سنہ ۱۳۶۰ھ آپ دار العلوم سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پاس مدرسہ کاشف العلوم میں مدرس ہوئے۔ اور بہت سے

طویل تبلیغی دورے فرمائے۔ ۱۳۶۶ھ تک وہاں کام کیا۔ پھر ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں میوات تشریف لائے۔ اور مدرسہ معین الاسلام قصبہ نوح ضلع گوڑگانوہ میں مسندِ صدارت پر رونق افروز ہوئے۔ تقریباً اٹھارہ سال تک یہاں کام کیا۔ پھر اپنے ارتقائی نظریات اور بعض کرمفرماؤں کی مسلسل نوازشوں کے باعث یہاں سے علیحدگی پر مجبور ہوئے، اور ۱۹۶۵ء میں مدرسہ اسلامیہ درگاہ شیخ موسیٰ پلّہ کو ترقی دیکر مشکوٰۃ شریف وجلالین شریف تک بڑھادیا گیا۔ اور صدر مدرس بنادئے گئے۔ یہ مدرسہ ۱۹۵۷ء میں آپ نے ہی بعض مخلص افراد کے تعاون سے قائم فرمایا تھا۔ معین الاسلام کی صدارت کے دور میں اس کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں تھا۔

مدرسہ معین الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کا میوات میں پہلا قائم کردہ مدرسہ ہے۔ حضرت جی مرحوم اسے میوات کا مرکز علوم اسلامیہ بنانا چاہتے تھے۔ اور بار بار آپ نے اسکا اظہار بھی فرمایا۔ جیسا کہ ملفوظات میں موجود ہے۔ مگر اربابِ بست وکشاد نے بعض مصالح کے پیش نظر اس کے ترقی پذیر ہونے پر قدغن لگادی۔

مارچ ۱۹۶۵ء میں مولانا نیاز محمد صاحب مدرسہ اسلامیہ درگاہ شیخ موسیٰؒ کے کے صدر مدرس ہوئے۔ اور ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہماری قومی حکومت نے آپ کو اپنا مہمانِ خصوصی بنالیا۔ اور چھ ماہ مکمل اپنے دارالاضیاف، مہمان خانۂ خاص (جیل) میں رکھا۔ ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء کو آپ رہا ہوئے۔ اور واپس مدرسہ تشریف لائے۔ اہل میوات نے آپ کی خوب پذیرائی کی۔

آپ کی عمر تقریباً ۴۸ سال ہے۔ مگر اس چھوٹی سی عمر میں بہت سے نمایاں کام

آپ کے ذریعہ انجام پذیر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت اور اہلِ میوات کو آپ سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ مؤمنانہ عزم و ارادہ، اسلامی ایثار و جاں سپردگی، مجاہدانہ ثبات و یقین، محدثانہ طرزِ تکلم، فقہی نکتہ سنجی، و علمی وقار و تمکنت اور منطقی اسلوبِ خطابت کے زندۂ جاوید پیکر ہیں۔ تواضع پسند، ملنسار، اور خوش خلق، پاک باطن و پاکباز ہیں ؎

بہت لگتا ہے جی محفل میں ان کی　　وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہیں

تحریر میں بھی آپ کو خاص ملکہ ہے۔ گو آپ کی تحریر میں خوشخطی نہیں، مگر پختگی بہت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی "الادب المفرد" اخلاق و آداب نبوی پر مشتمل بہت اہم اور معرکۃ الآرا کتاب ہے۔ مگر حیرت سے ہے کہ حدیث نبوی پر تحقیق و تفتیش۔ تعلیق و تحشیہ، تشریح و توضیح، تسہیل و تیسیر، تحلیل و تجزیہ کے اعتبار سے لاکھوں مجلدات وجود میں آئیں۔ کروڑوں صفحات کی تسوید عمل میں آئی، مگر یہ کتاب محدثین و شارحین حدیث کی عنایات سے محروم رہی۔ مولانا کو چونکہ لکھنے کی عادت۔ چنانچہ آپکی کوئی کتاب بمشکل ایسی ہوگی، جس کے خالی حاشیوں پر آپ نے کچھ نہ لکھا ہو، یہ کتاب جب مدرسہ کاشف العلوم اور مدرسہ معین الاسلام کے زمانہ تدریس میں آپکے زیر مطالعہ آئی۔ اور بار بار آپ نے اسے پڑھایا۔ ہر مرتبہ اس پر آپ نے حاشیہ چڑھایا۔ بالآخر بعض مخلص احباب کی فرمائش پر اس کی مستقل شرح لکھدی۔ اور امت کے سر سے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قرضہ چکا دیا۔ اور ایک عمدہ شرح لکھ کر اسلامی کتب خانہ میں اضافہ فرمایا۔

اشاعتِ اسلام کے یوں تو بہت سے ذرائع ہیں مگر مؤثر ترین ذریعہ تخلق

باخلاق اللہ، اور اخلاق نبوی اخلاق اللہ کے پرتو کامل ہیں۔ چنانچہ خواجہ اجمیریؒ کی شکل وصورت سے متأثر ہوکر ایک جم غفیر اسلام لے آیا تھا۔ مولانا نے یہ شرح اسی اصول کے پیش نظر فرمائی ہے۔ عصر حاضر کے ذوق خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔ اس کتاب کے تین چار نسخے آپ کو دستیاب ہوئے۔ بڑی عرق ریزی سے اسکی تصحیح فرمائی۔ روایتوں کو پرکھا۔ رواۃ کو جانچا۔ اور حدیث کے مطالب نہایت سلیس اور رواں زبان میں تحریر فرمائے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی، مولانا محمد یوسف بنوریؒ شیخ محمد سالم حضرموتی وغیرہم جیسے محدثین نے اسے سراہا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں یہ شرح پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ جب آپ اسے مکمل فرما چکے تو "فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد" از مولانا فضل اللہ جیلانی طبع ہوکر آئی۔ گویا مولانا اس کے ابو عذرہ ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں شام کے مشہور عالم شیخ عبدالفتاح ابو غدّہ اسے طباعت کی نیت سے شام لے گئے۔ مگر وہاں کے سیاسی خلفشار نے ابھی تک اسے طبع نہ ہونے دیا۔ تقریباً بارہ سو صفحات پر پھیلے ہوئے یہ دُرِّ بے بہا کسی صاحب ہمت ناشر کے انتظار میں ہیں، فھل من مستعد ــــ؟؟

اس کے علاوہ اور بھی آپ کا تحریری و تصنیفی سرمایہ ہے۔ جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

آپ کی مکمل تصانیف حسب ذیل ہیں:۔

(۱) الدر المنضد فی شرح الادب المفرد۔

(۲) فتوحات البادی فی شرح الاربعین لملا علی قاری۔

(۳) ثقۃ اللبیب فی شرح شیم الحبیب (مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ)

اور کئی ایک مسودات کی شکل میں ہیں۔

مولانا کتابوں کے بہت شوقین ہیں۔ آپکا اپنا ایک مختصر مگر گرانبہا کتب خانہ ہے، اکثر فرماتے ہیں کہ کتب بینی بہترین مشغلہ ہے۔ جلوت میں خلوت کے عادی ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ سے آپ بیعت ہیں۔ اور حضرتؒ کے مجاز بھی ہیں، اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ عظام اور علمائے کرام کی محبت و عقیدت سے آپ کا قلب لبریز ہے۔ علماء کرام کی گروہی عصبیت سے سخت نالاں ہیں۔ اسے اُمّت کے لئے ایک وبال ۔۔ اور اسلامیانِ ہند کی سخت ترین آزمائش سے تعبیر فرماتے ہیں۔ آپ کی مجالس میں عموماً قرآن و حدیث کے چرچے اور اہل اللہ کے حالات، فقہی مسائل، اور تعلیم و تربیت کے تذکرے ہوتے ہیں۔ تفریق بین العلماء کو تفریق بین الرسل کا شاخسانہ بتاتے ہیں تبلیغی نقل و حرکت کے بہت بڑے مؤید و معاون ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے جن نظریات پر ملت کی نشأۃ ثانیہ کی تشکیل فرمائی، ان کے بہت بڑے اور بے جھجک مبلغ ہیں۔ کثرتِ تعبیر میں لیئ مقصود اگر گم ہوجائے تو اسے حرماں نصیبی ہی کہا جاسکتا ہے، معاشرت ٹھیٹ اسلامی اور معیشت بہت سادہ ہے۔ مزاج میں سادگی ہے (مقدمہ دُرِّ منضد شرح ادب مفرد)

مولانا سید محمد اسعد صاحب زادت معالیہ ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کے مخصوص دوستوں میں سے ہیں۔ نہایت گہرا اور قلبی ربط ہے۔

یہ پوری تفصیل ذہن نشین فرما کر قصیدہ پڑھیئے، سر دُھنئے اور شادکام ہوجئے۔

تمہید میں توقع سے زیادہ طول ہوگیا۔ مگر قصیدہ کی تلمیحات کی وضاحت کئے بغیر اس سے پورا پورا حظ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ تمہید نگار کو اپنی ہیچ مدانی اور کم علمی کا خوب احساس،

قلم کی کوئی جاذبیت نہیں، لکھنے کا شعور بھی نہیں۔ مگر پھر بھی قصیدہ اور اس کے ناظرین کے درمیان اتنی دیر حائل رہا۔ اسکی معافی مانگنا تو اس لئے مناسب نہیں کہ یہ جرائم کی فہرست میں شمار نہیں۔ البتہ اتنا تو کرسکتا ہوں کہ اب میں زیادہ انتظار نہ کراؤں — لیجئے قصیدہ پڑھئے۔

(١)
باسم الإله محيط كلّ جهات ۔ ومقدّر الحركات والسكنات

(٢)
ومصوّر الانسان أحسن صورة ۔ ومنزّل الخيرات والحسنات

(٣)
ومدبّر الأشياء ليس كمثله ۔ شئ تفرّد بالكريم الذّات

(٤)
فرد تعزّز بالصّفات، وجوبه ۔ بالذّات مثل ثبوته لصفات

(٥)
فالله مولانا يصرّف فى الامور ۔ كما يشاء مغيّر الحالات

(٦)
رفع السماء وبالكواكب زانها ۔ والارض زينها بحسن نبات

(٧)
برء البريّة ثمّ وسّع رزقها ۔ مالا نهاية، كامل البركات

(٨)
من له استوفت جميع عوالم ۔ أولا ترى النعمات فى النعمات

(٩)
ويجيب مضطرّا ويكشف ضرّه ۔ ويبدّل الكربات بالرّاحات

(١٠) وينفّس الكُرَبَ المقيمةَ عن ذويها رحمةً ويرى ذوى الحاجاتِ

(١١) أرأيتَ من يمشى خلاف رضاه هل سُدّتْ عليه خزائن الأقواتِ

(١٢) ياصاحِ تُرزق فى البطون أجنّةٌ قل من ينجّيها من الظّلماتِ

(١٣) فبفضله المحّاء كلّ خطيئة يعفو عن الجانى مع الغدراتِ

(١٤) كثرت معاصينا وقلّ صلاحنا يا غفلةً جرّتْ إلى الغفلاتِ

(١٥) بَرٌّ أبَرُّ بعبده متفاضلا لوكان مستبقًا إلى الفجراتِ

(١٦) ملك الملوك فلا مردّ لحكمه وقضاؤه ما كان أو هو آتِ

(١٧) ويخافه من فى السّماء وأرضها عِلمًا بانّ اللهَ ذو نقماتِ

(١٨) لهداية المخلوق أرسل عبدهُ ليبلّغ الأحكام والآياتِ

(١٩) داعٍ إلى سبل الهداية والتّقى يدعو العباد إلى طريق نجاةِ

(٢٠) بدلائل الاعجاز أيّد أمرهُ معه الكتاب مصدّق الكتباتِ

(٢١) بشرٌ يبشّرنا برحمته فينذر تارةً من أخذ ذى القوّاتِ

(٢٢) هو خاتم الرّسل الكرام جميعهم ونبىّ رحمة ربّه المهداةِ

(٢٣) ختم النبوّة بالتّواتر ثابت كتواتر الإسناد والطبقاتِ

(٢٤) آثارهُ مرفوعةٌ وصحيحةٌ مضبوطةٌ موثوقة لثقاتِ

(٢٥) كثرتْ به طرق الرواية صحّةً بالنقل عبرتها لأجل رواةِ

(٢٦)
زعم اللعين غلام أحمد أنه يوحى ويلهم. يفترى الكذبات

(٢٧)
كفرٌ صريحٌ لا يُؤول زيغه لشهادة الآثار مرفوعات

(٢٨)
وهلمّ يا ملعونُ بيّنةً على ما جئت. كيف تزخرف الهفوات

(٢٩)
أحدثت فتنتك التى فتنت بها أُممٌ تجرُّ هلاكة الشهوات

(٣٠)
عجبا لمتبعيه كيف يرونه أفلا يرون خصاله وسمات

(٣١)
رأس الضلالة من دجاجلة الورى عين العماية يقتدى لغواة

(٣٢)
من شاء فليؤمن به فله جهنّم مسكن الآلام والآفات

(٣٣)
ولمن يروم ويبتغى مرضاته غرف الجنان فيجتنى ثمرات

(٣٤)
سبحانَ من يأوى إليه عباده فى المشكلات طويلة النفسات

(٣٥)
وله على المستضعفين مكارمٌ وفواضلٌ ومنازل الدرجات

(٣٦)
ذو البطش يبطش ظالمًا ويذيقه هُون العذاب وغمرة الغمرات

(٣٧)
ويعزُّ مظلومًا وينصر عاجزًا يشكو إليه فيسمع الدعوات

(٣٨)
لم يبق من ظلم الخلائق فى الدنى نسى العواقب منظر السوءات

(٣٩)
فأتى من الله المهيمن أُخذُهُ هذمَ اللذائذ، هاذم اللذّات

(٤٠)
للصّابر الصبّار عند مصيبةٍ جنات عدن ثمرة الطاعات

(٤١)
يا من يباشر شدّة وكريهة إن الإله يقيلك العثرات

(٤٢)
ويقيك من فتنٍ جهلتَ وجودها كيلا تواقع خطّة الزلّات

(٤٣)
إنّ البلاء مؤكّلٌ بو لبّه لزيادةِ الايمان والاثبات

(٤٤)
صبرًا فإن الصّبر مفتاح الخزائن والكنوز ذريعة المعلاة

(٤٥)
وتنال منزلة به وتحفك النعماء بعد الموت فى جنّات

(٤٦)
ما الصبر للمظلوم إلّا جُنّة سبب الأمان له من الخطرات

(٤٧)
وإذا أراد بعبده رفع المراتب يبتليه بضمّة الكُربات

(٤٨)
لا يعلم الإنسان عاقبة الامُور من الحوادث تحتوى الحكمات

(٤٩)
شكرًا لمولانا تقبّل عبده وأنال توفيقًا لمرضيّات

(٥٠)
عِش ما تشاء فلا تصبك مصيبةٌ ياقائدَ العلاقة الميْوات

(٥١)
إنّا بنى الميْوات، أهل بداوة وبذاذةٍ، ومروءةٍ، وَأناة

(٥٢)
ومحبّةٍ، ومؤدّة، وضيافة وسخاوة بعشيّةٍ وغداة

(٥٣)
لكنّنا عند اللقاء كصخرةٍ صمّاءَ دون مخافةٍ وتقاة

(٥٤)
أسُدٌ نرى الاعداء مثل بعوضةٍ ونشنّ غارات من الغارات

(٥٥)
قومٌ نفوسهم الكريمة للقتال حريصةٌ بسيوفها وقناة

(٥٦)
ثبتت على الدّهر الخؤن نقوشنا ياضربة الفتيان والفتيات

(٥٧)
كرمًا يزيدك رفعةً وَفضيلةً فى السجن عزّك منتهى الغايات

(٥٨)
روحی فداك بلا افترافجريمة حبستك فيه جبابر السلطاة

(٥٩)
وقضيت باسم الله ستة أشهر وذكرت ربك ساكبا دمعات

(٦٠)
وحباك حب طريقة محمودة تمشى عليها فى طريق حياة

(٦١)
وسقاك شربته وعل مكررا أفلا تنا ولنى ولو جرعات

(٦٢)
والحب منحته العظيمة فاتخذه وسيلة تسدى إلى القربات

(٦٣)
وكما ترى أثر المدام وسكرها أبقت على المهجور من أثرات

(٦٤)
ارق. وهيمان. وذكر صبابة وزمان هجر. سائق العبرات

(٦٥)
قلق. وشوق للحبيب. وضجة وملامة، وفضيحة الحفلات

(٦٦)
وبلية سلكت بمن لزم الهوى وطبيعة طبعت على الزفرات

(٦٧)
ومفاضح، ومعائب، ومصائب ومناعب، وشدائد الحسرات

(٦٨)
ان الأقارب كالعقارب لسعة دون الأحبة لدغة الحيات

(٦٩)
طوبى لمن جعل المحبة قدوة لو كان صاحبها على الجمرات

(٧٠)
فأتيت مبتهجا، وجئت مكرما وحصلت مجدا. فزت بالعزات

(٧١)
اهلا وسهلا لانزال مرحبا بألوف إعزاز وتسليمات

(٧٢)
تبا لمن يرنو اليك وصداه ملئى العداوة كالحسود العاتى

(٧٣)
لاخير فى حسد يريك ضرة وحذار ثم حذار من تبعات

(٧٤)
خذ ما صفا دع ما تكدّر انّه — أمر يعينك أكثر الطرقات

(٧٥)
بالله مولانا نبينا محمّد — علم الهداية، قامع البدعات

(٧٦)
فضلاً وإحسانا وجوداً سائلاً — كالبحر يقذف لجّة الدّرّات

(٧٧)
والوجه نورٌ والجبين منوّرٌ — كالبدر يكشف نوره العتمات

(٧٨)
ولخدمة الدين القويم مقامه — فيما نراه كقائد الغزوات

(٧٩)
صدر الصدور صدارةً وإمامةً — لجماعة العلماء والقادات

(٨٠)
مفتٍ، فقيهٌ، عالم متورّعٌ — متواضع يمتاز بالميزات

(٨١)
ومفسّرٌ، ومعلّمٌ، متكلّم — أفلا تشاهد جامع الاشتات

(٨٢)
تقوى الإله جماله وكماله — فاق الزمان محافظ الأوقات

(٨٣)
وهو الأمير حياته مشغولة — بمشاغل مغبوطة السّاعات

(٨٤)
في اليوم والليل البهيم دموعه — تهمي وتذرف، عامر الخلوات

(٨٥)
وكلامه الدّرّ المنضّد لو سمعت — وجدته كجوامع الكلمات

(٨٦)
أدبٌ يشرّحه ويوضح مفردٌ — ببيانه المضمون حلّ نكات

(٨٧)
تشريح معضلة وكشف عويصة — وبيان إجمال وضبط لغات

(٨٨)
في لفظه معنًى يروعك حسنه — كاللؤلؤ المكنون في الصّدفات

(٨٩)
ونسخت أبياتاً ورمت مديحه — هذا ولم تستوعب المدحات

(٩٠)

ومحبّك المخدوم رقّ فؤاده   لك معجبا بعزيمةٍ وثباتٍ

(٩١)

قد كان يذكر عند ذكر علاقة   بك سالف الأيام والليلاتِ

(٩٢)

بتمام شوقٍ وّانجذاب قريحةٍ

حيّاك اسعد سيّد السّاداتِ

تمّت